بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

خطبہ جمعۃ المبارک

اُمتِ واحدہ

بفیضانِ نظر

عالمی مُبلغِ اسلام
ترجمانِ حقیقت
پیرزادہ محمد رضا ثاقب مصطفائی
امیر اعلیٰ ادارۃ المصطفیٰ انٹرنیشنل

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ، اَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَتَبَارَکَ فِی الْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ!

وَاعْتَصِمُواْ بِحَبْلِ اللّهِ جَمِيعًا وَلاَ تَفَرَّقُواْ وَاذْكُرُواْ نِعْمَتَ اللّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا . (آل عمران:103)

اسلام نے امت کو ایک وحدت، ایک جماعت اور ایک ملت کی شکل میں منظم کیا ہے یہ اس کے بنیادی اصولوں میں سے ہے۔اسلام کی دعوت و تعلیم کا مقصد بھی یہی ہے کہ مسلمان منظم، فعال و متحرک اور متحد ہو کر اس کی اقامت و اشاعت کا فریضہ انجام دے، اتحادامت ایک ایسی ضرورت ہے جس کی طرف اسلام بار بار دعوت دیتا ہے اور تاکید کرتا ہے کہ جس امت کا دین ایک، دینی شعائر ایک، شریعت و قانون ایک، منزل ایک اور خدا و رسول ایک ہو، اسے بہر حال خود بھی ایک ہونا چاہئے۔

وحدت امت کی فرضیت، اہمیت اور ضرورت کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ شریعتِ اسلامیہ نے امت کو دن میں پانچ بار جمع ہو کر نماز قائم کرنے کا حکم دیا، پھر ہفتہ میں ایک بار اس سے بڑے اجتماع کے لئے جمعہ کو فرض قرار دیا اور پھر نماز عید کی شکل میں سالانہ اجتماع کا اہتمام کیا اور تاکید کی کہ یہ اجتماع آبادی سے نکل کر کھلے میدان میں منعقد ہو اور مردوں کے ساتھ عورتوں کو بھی اس میں شرکت کی ترغیب دی پھر اس سے بڑا اہتمام یہ کیا کہ فرضیت حج کے ذریعہ مشرق و مغرب، جنوب شمال اور دنیا کے اطراف و اکناف میں بسنے والی امت کو ایک مرکز پر جمع ہونے، ایک ہی جیسے لباس میں جمع ہونے، ایک ہی کلمہ ادا کرنے اور ایک ہی جیسے افعال ادا کرنے کا حکم فرمایا۔انفرادی عبادت کے مقابلہ میں اجتماعی عبادت کی جو اہمیت ہے اس میں من جملہ دوسری باتوں کے امت کے اتحاد کا نکتہ بھی شامل ہے۔

جب مسلمان متحد تھے تو دنیا پر غالب تھے۔آج امت کے زوال کی ایک بڑی وجہ یہی ہے کہ ہم نے اپنے دلوں سے امتِ واحدہ کا تصور کھو دیا ہے۔ہم نے ایمان کے رشتے کو کمزور کر کے قومیت، جماعت، اور مسلک کے نام پر دیواریں کھڑی کر لیں۔

اقبال نے کہا تھا:

منفعت ایک ہے اس قوم کی، نقصان بھی ایک — ایک ہی سب کا نبی، دین بھی، ایمان بھی ایک
حرَمِ پاک بھی، اللہ بھی، قُرآن بھی ایک — کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں — کیا زمانے میں پَنپنے کی یہی باتیں ہیں

آج کا موضوع نہایت اہم اور حساس نوعیت کا ہے، چونکہ ہم اس قسم کی باتوں کے سننے اور ان پر غور کرنے کے عادی نہیں ہیں، لہٰذا کچھ احباب کے لیے یہ ناپسندیدہ ہوں گی، لیکن جس مقصد کو پیش نظر رکھ کر ہم لکھ رہے ہیں، اس کا تقاضا ہے کہ قارئین

تحمل پڑھیں پھر اس پر غور کریں، اور امت تک پہنچائیں، کیونکہ امتِ مسلمہ کی حیات وبقاء کے لیے اس کا ذہن نشین ہونا اور اس پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔ ورنہ تو مسلمان صدیوں سے اپنی قوت ضائع کر رہے ہیں اور آئندہ بھی کرتے رہیں گے اور دین کے دشمنوں کو موقع فراہم کریں گے کہ وہ انہی سے کام لے کر امت مسلمہ کو تباہ وبرباد کرتے رہیں۔

جماعت اور فرقے:

فرقے گروہ یہ حسد کی بنیاد پر معرضِ وجود میں آتے ہیں اور جماعت کیساتھ جڑے رہنے والے پاک صاف دل لوگ ہوتے ہیں اور وہ کسی سفلی یا سطحی مفاد کی وجہ سے یا کسی کے حسد کی وجہ سے الگ راستہ اختیار نہیں کرتے وہ جماعت کے ساتھ جڑے رہتے ہیں اللہ کے محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا: عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَإِيَّاكُمْ وَالْفُرْقَةَ……وَمَنْ شَذَّ شَذَّ إِلَى النَّارِ "تم پر لازم ہے کہ جماعت (یعنی مسلمانوں کی اجتماعیت، اہلِ حق، سواد اعظم) کے ساتھ وابستہ رہو اور تفرقہ (اختلاف اور علیحدگی) سے بچو۔…… جو ان سے بچھڑ گیا وہ جہنم میں چلا گیا"۔(ترمذی:2167،2165) بلکہ فرمایا: فَإِنَّمَا يَأْكُلُ الذِّئْبُ الْقَاصِيَةَ. "شیطان بھیڑیے کی طرح ہے جو بکری ریوڑ سے الگ ہوتی ہے تو بھیڑیا اس کو اچک لیتا ہے"۔(ابوداود:547)

شیطان اسی طرح اجتماعیت سے الگ ہو کر تنہا رہنے والے مسلمان کو پکڑ کر کھا جاتا ہے، گمراہ کر دیتا ہے، برباد کر دیتا ہے جس طرح بھیڑیئے کو تنہا تنہا بکریاں مل جائیں تو انہیں بھیڑیا اچک کر لے جاتا ہے۔ اسی طرح مسلمان بھی اگر الگ مل جائے تو شیطان اسے گمراہ کر دیتا ہے۔ لہٰذا تم پر لازم ہے کہ بکری کی طرح نہ ہو جاؤ جو اپنے ریوڑ سے جدا ہو کر دور کنارے پر کھڑی ہوتی ہے اور پھر اسے بھیڑیئے سے کوئی بچا نہیں سکتا۔ مسلمان اگر اجتماعیت سے جدا ہو کر تنہا ہو جائے گا تو شیطان کے حملے سے اسے کوئی نہیں بچا سکتا۔ پھر نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ الگ گروہ، الگ فرقہ اور الگ جماعت بنا کے بیٹھ جائے گا اور جو حقیقی جماعت ہے سواد اعظم ہے اس سے وہ بکھر جائے گا۔ اور تفریق، تشدد، اختلاف اور باہمی لڑائی اور جنگ وجدل کا ماحول پیدا کر بیٹھے گا

اس لیے ہمیں اپنی زندگی میں ہمیشہ مزاج میں ہمیشہ مزاج میں صلح جوئی رکھنی چاہیے بات بات پہ بگڑنا ہر بات پہ اختلاف کرنا اور الجھاؤ پیدا کرنا بعض لوگ اس کو تحقیق کا نام دے کے ہر وقت ہی عجیب کیفیت میں رہتے ہیں کسی سے جائز معاملات میں بھی صلح اور نرمی کا رویہ نہیں رکھتے۔

رسول اللہ ﷺ کا مبارک طریق:

بعض اوقات جماعت کے مفاد کے لیے کوئی چیز چھوڑنی بھی پڑتی ہے اس کی سب سے بڑی مثال اللہ کے محبوب ﷺ کا اپنا عمل ہے: ام المومنین حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے حطیم کعبہ کے متعلق دریافت کیا کہ وہ بھی بیت اللہ کا حصہ ہے؟ آپ نے فرمایا: "ہاں۔" میں نے عرض کیا: پھر ان لوگوں نے اسے بیت اللہ میں داخل کیوں نہ کیا؟ آپ نے فرمایا: "تیری قوم کے پاس مال کم تھا (اس سے تعمیر کے اخراجات پورے نہیں ہو سکتے تھے)۔" میں نے عرض کیا: دروازہ اتنا اونچا کیوں رکھا ہے؟ آپ نے فرمایا: "یہ کام تیری قوم نے اس لیے کیا تاکہ جسے چاہیں کعبہ میں داخل ہونے دیں اور جسے چاہیں روک

دیں(پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا): وَلَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيثٌ عَهْدُهُمْ بِالْجَاهِلِيَّةِ فَأَخَافُ أَنْ تُنْكِرَ قُلُوبُهُمْ أَنْ أُدْخِلَ الْجَدْرَ فِي الْبَيْتِ وَأَنْ أُلْصِقَ بَابَهُ بِالْأَرْضِ. ''اگر تیری قوم کا زمانہ جاہلیت کے قریب نہ ہوتا اور ان کے دلوں پر ناگواری کے اثرات کا مجھے اندیشہ نہ ہوتا تو میں حطیم کو کعبہ میں شامل کر دیتا اور اس کا دروازہ بھی زمین سے متصل بنا دیتا۔'' (بخاری:1584)

یعنی قریش کے دل میں کہیں یہ بات نہ آئے کہ یہ ہماری خاندانی جو تعمیر ہے اس کو توڑ کے ایک نئی تعمیر انہوں نے سامنے لائی ہے اگرچہ بات کسی ایک آدھ شخص کے دل میں آتی اور وہ اس کو دور کرنے کی کوشش کرتا، لیکن اس کے باوجود حضور ﷺ اس نے یہ طرزِ عمل اختیار فرمایا کہ کہیں لوگوں کے ذہن میں ایسی بات نہ آنے پائے اب یہ کتنی بڑی بات ہے اگر ہم لوگ اس بات کو سمجھ لیں تو یہ بات بات پہ بگڑنا جھگڑنا جنگ وجدل لڑائی اور باہمی تشدد افتراق سب کچھ ختم ہو جائے۔

وحدتِ امت.....قرآن کی روشنی میں:

قرآن وسنت میں صریحاً بار بار مسلمانوں کو متحد ہونے، متحد رہنے اور ایک جسد واحد کی طرح جینے کا حکم موجود ہے اللہ رب العزت نے حکم دیا: وَاعْتَصِمُواْ بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعًا. پھر اتنی بات پہ اکتفا نہیں کیا بلکہ فرمایا: وَلاَ تَفَرَّقُواْ. اور ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جاؤ، جڑو اور اپنے اندر افتراق اور انتشار پیدا نہ کرو بلکہ اتحاد اور وحدت پیدا کرو۔ [1]

اس فرمان کے بعد اللہ رب العزت نے حضور اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے حالت کفر اور بعثت محمدی ﷺ کے بعد دورِ اسلام کے زمانوں کا موازنہ فرمایا: وَاذْكُرُواْ نِعْمَتَ اللهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً. ''یاد کرو وہ نعمت جو تم پر ہوئی اس حال میں کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، باہم دست و گریباں تھے، ٹکڑوں میں بٹے ہوئے تھے اور تمہارے افتراق کی یہ حالت باہمی عداوت تک پہنچ گئی تھی اور تم ایک دوسرے کے دشمن بن گئے تھے۔ چھوٹی چھوٹی بات پر تمہارے مابین فساد ہوتے، قتل وغارت ہوتی، خون خرابہ ہوتا، طویل مدت تک انسانوں کے طبقات کے درمیان جنگ رہتی اور نسلیں اس جنگ کی نذر ہو جاتیں۔

اس افتراق، انتشار اور نفرت وعداوت کی کیفیت کو قرآن مجید نے حالت کفر کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ نے حضور نبی اکرم ﷺ کی صورت میں تم پر نعمت نازل فرمائی اور حضور ﷺ کو تمہارے اندر مبعوث فرمایا: فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ. ''اللہ نے حضور اکرم ﷺ کے واسطہ اور وسیلہ سے تمہارے دلوں میں باہمی الفت پیدا کر دی، نفرت کو الفت میں

1: یاد رہے کہ اصل راستہ اور طریقہ مذہبِ اہل سنت ہے، اس کے سوا کوئی راہ اختیار کرنا دین میں تفریق کرنا ہے اور یہ ممنوع ہے۔ بعض لوگ یہ آیت لے کر اہلسنّت سمیت سب کو غلط قرار دیتے ہیں۔ یہ سراسر غلط ہے کیونکہ حکم یہ ہے کہ جس طریقے پر مسلمان چلتے آرہے ہیں، جو صحابہ رضی اللہ عنہم سے جاری ہے اور سنت سے ثابت ہے اس سے نہ ہٹو۔ اہلِ سنت وجماعت تو سنتِ رسول اور جماعتِ صحابہ کے طریقے پر چلتے آرہے ہیں تو سمجھایا تو ان لوگوں کو جائے گا جو اس سے ہٹے نہ کہ اصل طریقے پر چلنے والوں کو کہا جائے کہ تم اپنا طریقہ چھوڑ دو۔ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے ایک خاندان اتفاق واتحاد کے ساتھ صحیح اصولوں پر زندگی گزار رہا ہو، ان میں سے ایک فرد غلط راہ اختیار کر کے اِنتشار پیدا کرے تو اُس جدا ہونے والے کو سمجھایا جائے گا نہ کہ خاندان والوں کو بھی اتحاد ختم کر کے غلط راہ چلنے کا کہنا شروع کر دیا جائے۔ بعینہ یہی صورتِ حال اہلسنّت اور دوسرے فرقوں کی ہے۔ اصل حقیقت کو سمجھے بغیر صلحِ کُلِّیّت کی رٹ لگانا اور سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکنا سراسر جہالت ہے۔

بدل دیااور افتراق کو اتحاد میں بدل دیا۔ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا . اور تم جو ایک دوسرے کے دشمن تھے، عداوت کو اخوت میں بدل کر بھائی بھائی بن گئے۔

آقا ﷺ کی بعثت اور آمد کے فیض اور نتیجے میں جو امت وجود میں آئی قرآن مجید نے اس کی حالت کو اتحاد، وحدت و اخوت سے تعبیر کیا جبکہ بعثت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے جو حالت تھی اس کو کفر، انتشار، افتراق اور عداوت کے ساتھ تعبیر کیا۔ اس پورے پیغام کو بیان کرنے کے بعد آخر پر ارشاد فرمایا کہ اب مسلمانو سنو! وَلاَ تَكُونُواْ كَالَّذِينَ تَفَرَّقُواْ وَاخْتَلَفُواْ مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُوْلَـئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ . ”اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو فرقوں میں بٹ گئے تھے اور جب ان کے پاس واضح نشانیاں آچکیں اس کے بعد بھی اختلاف کرنے لگے، اور انہی لوگوں کے لیے سخت عذاب ہے“۔ (آل عمران : 106)

جس نعمت نبوت محمدی ﷺ ، نعمت رسالت محمدی ﷺ، نعمت ہدایت قرآن نے تمہاری نفرتوں کو محبتوں سے اور تمہارے تفرقوں کو وحدت سے بدل دیا ہے اس نعمت کو پالینے کے بعد خبردار! دوبارہ ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جانا، پھر نہ پھوٹنا اور ہدایت کی واضح نشانیاں آجانے کے بعد اختلافات کی نذر نہ ہو جانا۔ پھر قرآن مجید نے سورۃ حجرات میں یہ ارشاد فرمایا: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ . ”بات یہی ہے کہ (سب) اہلِ ایمان (آپس میں) بھائی ہیں۔ سو تم اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرایا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے“۔ (الحجرات : 10)

پس اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو باہمی بھائی چارہ اور اخوت کے رشتے میں منسلک کیا ہے کہ اگر تمہارے درمیان اختلاف یا افتراق ہو تو اصلاح، موافقت، باہمی مودت اور خیر خواہی کے ساتھ اس کو مٹایا کرو اور مٹا کر وحدت کی منزل کو پایا کرو۔

وحدتِ امت.....احادیث کی روشنی میں:

قرآن مجید کی آیات مبارکہ میں موجود انہی احکامات کی تعلیم حضور نبی اکرم ﷺ نے جابجا امت مسلمہ کو احادیث طیبہ کے ذریعہ بھی دی۔ حضور اکرم ﷺ نے امت کو جہاں وحدت کا درس دیا وہاں حکم دیا کہ وہ مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ جڑے رہیں۔

امت جسد واحد کی طرح ہے:

ایک حدیث جو حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں یہ حدیث امتِ مسلمہ کے باہمی اتحاد، ہمدردی اور اخوت کی نہایت جامع اور دل گداز تشریح کرتی ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تَرَى الْمُؤْمِنِينَ فِي تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ، كَمَثَلِ الجَسَدِ، إِذَا اشْتَكَى عُضْوًا تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ جَسَدِهِ بِالسَّهَرِ وَالحُمَّى . ”تم مومنوں کو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ رحمت و محبت کا معاملہ کرنے اور ایک دوسرے کے ساتھ مہربانی اور نرم دلی میں ایک جسم جیسا پاؤ گے، جب اس جسم کا

کوئی حصہ بھی تکلیف میں ہوتا ہے تو سارا جسم تکلیف میں ہوتا ہے اور اس کی ساری رات بیداری اور بخار میں گزرتی ہے“ (صحیح بخاری: 6011)

- رسولِ اکرم ﷺ نے اس حدیث میں ایمان والوں کو ایک جسم سے تشبیہ دی ہے۔انسانی اعضاء کی ایک جسم کیلئے اہمیت و افادیت آشکار ہے کہ ان میں سے کوئی ایک بھی اپنا کام صحیح طریقہ سے نہ کر پائے تو انسانی وجود کس قدر مجبور اور بے بس ہو جاتا ہے۔اگرچہ انسانی وجود کے ساتھ تعلق رکھنے والے ہر عضو کا اپنا الگ الگ کام ہے پھر بھی ان میں کامل ہم آہنگی اور اتحاد پایا جاتا ہے۔اگر وجود کا یہ باہمی اتحاد نہ ہوتا تو انسانی زندگی کا تصور محال تھا، مثلاً دانت میں درد ہو تو درد کیلئے پاؤں چل کر جاتے ہیں، آنکھیں آنسو بہاتی ہے، زبان اسے بیان کرتی ہے، دل و دماغ اسے محسوس کرتے ہیں، ہاتھ دوا پلانے میں مددگار ہوتے ہیں۔اگر ان اعضاء میں یہ مقابلہ آرائی شروع ہو جائے کہ کون قیمتی، کون اعلیٰ و افضل، اس کو تکلیف ہے مجھے نہیں، تو واضح بات ہے کہ پورے جسم میں خرابی اور بے چینی پیدا ہو جائے گا۔

یہ مثال ہمیں یہ سمجھاتی ہے کہ ایمان صرف عبادت کا نام نہیں بلکہ تعلقِ دل، ہمدردی، اور اجتماعی احساس کا نام ہے۔جو مسلمان اپنے بھائی کی پریشانی پر بے حس رہتا ہے، وہ دراصل اس جسم سے کٹا ہوا عضو ہے جس میں زندگی باقی نہیں رہتی۔اتحادِ امت اسی احساس سے جنم لیتا ہے، جب دل ایک دوسرے کے لیے دھڑکیں، جب زبانیں خیر کے لیے حرکت کریں، اور جب ہاتھ ایک دوسرے کے لیے اٹھیں، تو وہ امت خیرِ امت بن جاتی ہے۔

مومن مضبوط بنیاد کی مانند:

ایک بہت خوبصورت اور جامع حدیث ہے جو حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے یہ حدیث امتِ مسلمہ کے اتحاد، باہمی تعاون اور ایمان کی اجتماعی قوت کو نہایت مؤثر مثال کے ذریعہ ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إِنَّ الْمُؤْمِنَ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا، وَشَبَّكَ أَصَابِعَهُ . ”یقیناً مومن آپس میں مضبوط بنیاد کی طرح ہیں، وہ ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر مضبوط ہوتے ہیں اور نبی کریم ﷺ نے اپنی انگلیوں کو انگلیوں میں ڈالا“ (صحیح بخاری:481)

- نبی ﷺ نے مومنوں کو ایک عمارت سے تشبیہ دی، یعنی جس طرح ایک مضبوط عمارت میں اینٹیں، پتھر، لکڑیاں اور گارا مل کر دیوار کو مضبوط بناتے ہیں، اسی طرح ایمان والے جب آپس میں جڑے ہوتے ہیں تو ایک مضبوط امت کی شکل اختیار کرتے ہیں۔اگر عمارت کی ایک اینٹ اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو وہ اینٹ ضائع ہو جاتی ہے اسی طرح اگر ایک مومن امت سے کٹ جائے یا باہمی تعاون ختم ہو جائے، تو وہ امتی دربدر کی ٹھوکریں کھائے گا، گمراہیوں کا شکار ہوگا اور شیطانی قوتوں کا آلہ کار بن جائے گا۔

جس طرح ایک بنیاد اور دیوار کی اینٹیں ایک دوسرے کے ساتھ جڑی ہوتی ہیں۔اسی طرح ایک مسلمان، دوسرے مسلمان سے مل کر ہی سیسہ پلائی دیوار بنتا ہے۔نیکی اور خیر کے کاموں میں باہمی اتحاد اور باہمی اشتراک ایک اہم دینی، اخلاقی اور انسانی فریضہ

ہے۔ اگر ایک مومن دوسرے مومن کو اپنی قوت نہ سمجھے اور اسے ضائع ہونے کیلئے چھوڑ دے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ خود اپنی کمزوری کا سامان کر رہا ہے۔

اسلام میں محبت وعداوت کا معیار اور قومیت کی بنیاد مذہب ہے:

وہ کون سی بنیادیں ہیں جن پر قومیت کی عمارت قائم ہوتی ہے؟ مادہ پرست لوگوں میں زمان ومکان کے اختلاف اور حالات کے اتار چڑھاؤ کے ساتھ قومیت کی بنیادیں بدلتی رہتی ہیں، چناں چہ کہیں حسب ونسب کی بناء پر قومیت کا ظہور ہوتا ہے اور محبت وعداوت کا معیار بنتا ہے، کہیں ہم زبان ہونے کی بنیاد پر اور کہیں ملک ووطن کی بنیاد پر، کہیں کالے گورے رنگ کی بنا پر۔

اسلام میں محبت وعداوت، عزت وذلت، اخوت ووحدت کا معیار صرف اور صرف مذہب ہے، مسلمان کالا ہو یا گورا، مشرقی ہو یا مغربی، عربی ہو یا عجمی، ملکی ہو یا غیر ملکی، سب اسلامی اخوت کی سنہری زنجیر سے جڑے ہوئے ہیں، ان کی جان ومال حقیقی بھائی کی طرح محترم اور معزز ہے، ''قومیتوں'' کے باقی سارے ذرائع صرف تعارف کا ذریعہ ہیں، لیکن افسوس صد افسوس کہ آج کے دور میں مسلمانوں کی ترجیحات بدل گئیں۔

اقبال نے کہا تھا:

اس دور میں مے اور ہے، جام اور ہے جم اور
ساقی نے بنا کی روشِ لُطف وستم اور
مسلم نے بھی تعمیر کیا اپنا حرم اور
تہذیب کے آزر نے ترشوائے صنم اور
ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے، وہ مذہب کا کفن ہے
یہ بُت کہ تراشیدۂ تہذیبِ نوی ہے
غارت گرِ کاشانۂ دینِ نبَوی ہے
بازو ترا توحید کی قوّت سے قوی ہے
اسلام ترا دیس ہے، تُو مصطفوی ہے

جو مسلمان باہم متحد رہتے ہیں ایک دوسرے سے اللہ تعالٰی کی رضا کے لئے محبت کرتے ہیں ان کے لئے کیا اجر ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے بندوں میں سے کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو نہ تو انبیا ہیں اور نہ شہدا، لیکن روز قیامت اللہ کے ہاں ان کے مقام ومرتبہ پر انبیا اور شہدا بھی رشک کریں گے۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ ﷺ ہمیں بتائیں کہ وہ کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: هُمْ قَوْمٌ تَحَابُّوا بِرُوحِ اللَّهِ عَلَى غَيْرِ أَرْحَامٍ بَيْنَهُمْ وَلَا أَمْوَالٍ يَتَعَاطَوْنَهَا فَوَاللَّهِ إِنَّ وُجُوهَهُمْ لَنُورٌ وَإِنَّهُمْ لَعَلَى نُورٍ لَا يَخَافُونَ إِذَا خَافَ النَّاسُ وَلَا يَحْزَنُونَ إِذَا حَزِنَ النَّاسُ. ''وہ لوگ ہیں جو آپس میں نہ تو کسی رشتے ناتے کی وجہ سے محبت کرتے ہیں نہ کسی مالی شراکت کی بنا پر بلکہ وہ محض اللہ کے حکم اور قرآنی اتباع میں باہم محبت کرتے اور لین دین کرتے ہیں، اللہ کی قسم! ان کے چہرے چمکتے ہوں گے اور وہ نور (کے منبروں) پر ہوں گے، اور جب دیگر لوگ خوف میں مبتلا ہوں گے تو وہ خوف زدہ نہیں ہوں گے اور جب دیگر لوگ غم کا شکار ہوں گے تو وہ غم زدہ نہیں ہوں گے''۔

(مشکوۃ المصابیح:5012)

- یہ حدیث بھی "امتِ واحدہ" کے تصور کی عملی صورت بیان کرتی ہے۔امت وہ نہیں جو صرف ایک قوم یا جغرافیہ میں سمٹی ہو، بلکہ وہ ہے جو اللہ کی محبت اور ایمان کی اخوت پر جمع ہو۔ یہ لوگ دنیا میں ایک دوسرے کے لیے مددگار، مشفق، اور خیر خواہ ہوتے ہیں اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انہیں خاص عزت و قربت عطا فرمائے گا۔

بھائی بھائی بن جاؤ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ کریم نے فرمایا: إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الحَدِيثِ، وَلاَ تَحَسَّسُوا، وَلاَ تَجَسَّسُوا، وَلاَ تَحَاسَدُوا، وَلاَ تَدَابَرُوا، وَلاَ تَبَاغَضُوا، وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا. "اپنے آپ کو بدگمانی سے بچاؤ کیونکہ بدگمانی کی باتیں اکثر جھوٹی ہوتی ہیں ایک دوسرے کے عیوب کی جستجو نہ کرو اور نہ کسی کی جاسوسی ہی کرو۔ آپس میں حسد نہ کرو۔ ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرو اور نہ باہم بغض ہی رکھو۔ اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔" (بخاری:6064)

- یہ حدیثِ مبارکہ دراصل امت کے اتحاد، اخوت اور باہمی محبت کی بنیاد بیان کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان تمام اخلاقی بیماریوں سے منع فرمایا ہے جو دلوں میں دوری، بغض اور تفرقہ پیدا کرتی ہیں۔

فقہی و فروعی اختلاف اور تکفیرِ امت:

یاد رکھیے کہ مسلمان ایک ملت ہیں اور کلمۂ طیبہ پڑھ لینے والے سب لوگ ایک بدن کے اعضاء کی طرح ہیں، لہٰذا کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ دوسرے کو صرف معمولی اور فروعی اختلاف کی بنیاد پر اسلام سے خارج کرے (جب تک کسی کا کفر مستند علماء کی آراء سے ثابت نہ ہو)[2] یا اسلام کا ٹھیکے دار بن کر لوگوں پر کفر کے فتوے لگائے، تکفیر وہ جرم ہے جس کے مقابلہ میں قتل کرنا، ڈاکے ڈالنا اور زنا کرنا ہلکے جرائم ہیں۔

امتِ مسلمہ میں فقہی و فروعی اختلافات ایک دو روز کا قصہ نہیں، حضور نبی اکرم ﷺ کے دُنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بلکہ حضور ﷺ کی حیات مبارکہ میں بھی صحابہ کا آپس میں مختلف مسائل پر اختلاف ہو جاتا تھا، لیکن اُس دور میں اختلافات وجہ انتشار نہیں بنے۔ اُن بزرگوں نے اتحاد برقرار رکھا، لیکن آج اختلافات کی فتنہ گری نے امتِ مسلمہ کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ فقہی اختلافات تکفیر کا باعث نہیں اور کسی نے فقہی اختلاف کی بنیاد پر ایک دوسرے کو کافر یا گمراہ نہیں کہا، مثلاً نماز اور دیگر عبادات کی ادائیگی کے طریقہ کار میں اختلافات وغیرہ۔ مسالک کے درمیان بعض اوقات قرآن و حدیث کی تاویل و تفسیر میں فرق ہوتا ہے۔ ایک مسلک نے قرآن و حدیث سے ایک طرح کا حکم لیا ہے اور وہ اس پر عمل کر رہے ہیں، جبکہ

2: اعلیٰ حضرت احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "ہمیں ہمارے نبی ﷺ نے اہلِ لا الہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے، جب تک وجہِ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو جائے اور کلمۂ اسلام کے لیے اصلاً کوئی ضعیف سا ضعیف محمل بھی باقی نہ رہے"۔ (تمہید الایمان:ص134، ط، مکتبۃ المدینہ)

دوسرے مسلک نے دوسری طرح کا حکم لیا ہے اور وہ اس پر عمل کر رہے ہیں۔ اس میں جتنی ہم آہنگی ہو سکتی ہے وہ اچھی ہے اور جہاں نہیں ہو سکتی وہاں اپنے نقطہ نظر پر عمل کرنا ہی مناسب ہے۔ اختلاف میں کوئی حرج نہیں لیکن تناؤ، قتل وغارت اور تشدد کی کیفیت نہیں ہونی چاہیے۔

وہ اختلاف جس کی نوعیت علمی و تحقیقی ہے وہ برا نہیں بلکہ "اختلاف أمتي رحمة" فرما کر قابل تعریف قرار دیا،[3] یہ اختلاف بلاشبہ باقی رہنا چاہیے کہ زندگی کی علامت اور علم واستدلال کے لیے مہمیز ہے، لیکن ایسا اختلاف جس کی عمارت دوسرے سے نفرت، اسے باطل، بدعتی، مشرک اور کافر و گستاخ قرار دینے جیسی خطرناک بنیادوں پر کھڑی ہوئی ہے (جب تک یقینی طور پر اس کا کفر یا باطل نظریات ثابت نہ ہوں)۔ یہ باعثِ رحمت اختلاف کو بھی زحمت اور عذاب میں بدل دیتا ہے۔

فقہی اور فروعی اختلافات فتنہ وفساد کا باعث نہ بنیں:

حضرت یحیٰی بن سعید انصاری رحمۃ اللہ علیہ جو جلیل القدر تابعی ہیں، فرماتے ہیں: اخْتِلاَفُ أَهْلِ الْعِلْمِ تَوْسِعَةٌ، وَمَا بَرِحَ الْمُفْتُونَ يَخْتَلِفُونَ، فَيُحَلِّل هَذَا وَيُحَرِّمُ هَذَا، فَلاَ يَعِيبُ هَذَا عَلَى هَذَا، وَلاَ هَذَا عَلَى هَذَا. "اہل علم وسعت اختیار کرنے والے ہوتے ہیں، اس لئے ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے۔ چنانچہ ایک ہی چیز کو ایک عالم اور مفتی حلال قرار دیتا ہے اور دوسرا اسے حرام قرار دیتا ہے، اس لئے نہ تو پہلا دوسرے کو برا کہتا ہے اور نہ ہی دوسرا پہلے کو"۔

(الموسوعة الفقهية الكويتية،الاختلاف الفقهي هل هو رحمة،ج2،ص296،شاملہ)

امام اعظم رضی اللہ عنہ کا قول:

امام حسن بن زیاد (جو امام ابو حنیفہ کے تلامذہ میں سے ہیں) کہتے ہیں: میں نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا: قَوْلُنَا هَذَا رَأْيٌ، وَهُوَ أَحْسَنُ مَا قَدَرْنَا عَلَيْهِ، فَمَنْ جَاءَنَا بِأَحْسَنَ مِنْ قَوْلِنَا فَهُوَ أَوْلَى بِالصَّوَابِ مِنَّا. "ہمارے یہ اقوال ایک رائے ہے، اور یہ وہ بہترین بات ہے جس تک ہم پہنچ سکے ہیں (جس پر ہم کسی کو مجبور نہیں کرتے اور نہ ہی یہ کہتے ہیں کہ کسی دوسرے مجتہد پر اسے قبول کرنا لازمی ہے)، جس کے پاس اس سے بہتر کوئی بات ہو اور وہ لے آئے۔ وہ ہم سے زیادہ حق کے قریب ہے (یعنی ہم اسے بخوشی قبول کرلیں گے)۔ (تاريخ بغداد ،ط،العلمية،ما ذكر من عبادة أبي حنيفة وورعه:ج13،ص351)

3: مشہور حدیث "اختلاف أمتي رحمة" "میری امت کا اختلاف رحمت ہے" کا مطلب یہ ہے کہ اہلِ علم کا دین کے فروعی اَحکام میں اختلاف نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے لیے رحمت ہے؛ کیوں کہ اس کی وجہ سے لوگوں کے لیے مختلف حالات میں عمل کرنے کے لیے آسانی ہو جاتی ہے، جیسا کہ صحابہ کرام کے دور میں اس کی کئی ایک مثالیں ملتی ہیں، مثلاً: بنو قریظہ کا مشہور واقعہ جب صحابہ کرام کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں پہنچ کر نماز عصر کی ادائیگی کا کہا تھا، راستہ میں جب نماز قضا ہونے کا خدشہ ہوا تو بعض نے اصل علت کو سامنے رکھ کر راستہ ہی نماز پڑھ لی اور بعض نے ظاہری الفاظ کو دیکھتے ہوئے نماز قضا ہو جانے دی اور وہاں پہنچ کر ہی نماز ادا کی۔ بعد میں جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا تو دونوں کی تصویب فرمائی۔ اس طرح کے واقعات سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ علماء کی آراء کے اختلاف کو نزاع کا باعث بنانا درست نہیں، بلکہ اس اختلاف میں بھی امت کے لیے سہولت کے دروازے کھلتے ہیں۔ البتہ یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ اُصولی اَحکام کے مسائل جن کا تعلق عقائد سے ہے یا اسی طرح وہ مسائل جن میں اہلِ سنت والجماعت کا اجماع ہو، ان میں اختلاف کرنا گمراہی ہے اور اس حدیث میں ذکر کی گئی "رحمت" کے تحت شامل نہیں ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ اور خلیفہ ابو جعفر منصور:

امام مالک رحمہ اللہ نے چالیس سال کی محنت سے مؤطا جیسی گراں قدر کتاب تالیف فرمائی جس میں اہلِ حجاز کی قوی احادیث اور مستند اقوالِ صحابہ و فتاویٰ تابعین جمع کر دیے اور اس کے بہترین فقہی ابواب قائم کیے، تو خلیفۂ وقت ابو جعفر منصور نے جب اس کے چند نسخے کرا کے دوسرے شہروں اور ملکوں میں بھیجنے کا ارادہ کیا تا کہ لوگ اس فقہ پر عمل کریں اور پیدا شدہ اختلافات ختم ہو جائیں، تو سب سے پہلے امام مالک رحمہ اللہ ہی نے اس خیال کی مخالفت فرمائی اور فرمایا: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ لَا تَفْعَلْ هَذَا فَإِنَّ النَّاسَ قَدْ سَبَقَتْ إِلَيْهِمْ أَقَاوِيلُ وَسَمِعُوا أَحَادِيثَ وَرَوُّوا رِوَايَاتٍ وَأَخَذَ كُلُّ قَوْمٍ بِمَا سبق إِلَيْهِمْ وَعَمِلُوا بِهِ وَدَانُوا بِهِ مِنَ اخْتِلافِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَغَيْرِهِمْ وَإِنَّ رَدَّهُمْ عَمَّا اعْتَقَدُوهُ شَدِيدٌ فَدَعِ النَّاسَ وَمَا هُمْ عَلَيْهِ وَمَا اخْتَارَ أَهْلُ كُلِّ بَلَدٍ لأَنْفُسِهِمْ "اے امیر المؤمنین! ایسا مت کیجیے، کیونکہ لوگوں تک پہلے ہی مختلف اقوال (آراء) پہنچ چکے ہیں، انہوں نے مختلف احادیث سن رکھی ہیں، اور ہر قوم نے جو چیز ان تک پہنچی، اسے اختیار کیا، اسی پر عمل کیا اور اسی کو اپنا دین سمجھا یہ سب رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام اور دیگر اہلِ علم کے اختلافات کی بنیاد پر ہوا ہے۔ اب اگر آپ انہیں اس عقیدے اور عمل سے واپس پلٹنے کا حکم دیں گے انہیں اس سے روکیں گے تو انہیں روکنا بہت سنگین ہوگا۔ لہٰذا لوگوں کو ان کے حال پر رہنے دیجیے، اور ہر علاقے کے لوگوں کو وہی رہنے دیجیے جو انہوں نے اپنے لیے پسند کیا ہے۔ (سير أعلام النبلاء، ج8، ص78، ط، الرسالة، الشاملہ)

اور ایسا ہی ہوا، کسی ایک فقہ کو تمام اُمّت پر مُسلط کرنے کی یہ تجویز امام مالک رحمہ اللہ کے مشورہ پر خلیفۂ وقت نے خود ہی ردّ کر دی۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور وضو کا مسئلہ:

حضرت امام مالک رحمہ اللہ کا مسلک ہے جسم سے خون بہہ نکلنے پر بھی وضو باقی رہے گا۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک ہے، البتہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک وضوء باقی نہیں رہے گا۔ کسی نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے سوال کر دیا کہ آپ کا عقیدہ ہے کہ خون بہہ نکلے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے، اگر کسی کا خون بہہ نکلا اس نے صاف کر دیا، لیکن دوبارہ وضو نہیں کیا تو آپ ایسے شخص کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے؟ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: سُبْحَانَ اللهِ تَعَالَى أَقُول إِنّه لَا يُصَلِّي خلف سعيد بن الْمسيب وَمَالك رَضِي الله عَنْهُمَا۔ "سبحان اللہ! کیسی بات کرتے ہو سید التابعین سعید بن مسیب رحمہ اللہ یا امام العصر امام مالک رحمہ اللہ نماز پڑھا رہے ہوں اور میں ان کی امامت میں نماز ادا نہ کروں؟ یہ کیسے ممکن ہے؟" میرا مسئلہ میرے لیے ان کا ان کے لیے، لیکن میں ان کی اقتداء میں نماز ضرور پڑھوں گا۔ (القول السديد في بعض مسائل الاجتهاد والتقليد [ابن ملا فروخ]، ص166، 168)

اس قسم کا ایک واقعہ یوں بیان کیا گیا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مقبرہ کے قریب فجر کی نماز پڑھی تو دُعائے قنوت (شافعی سارا سال فجر کی نماز میں قنوت پڑھتے ہیں) کو احتراماً ترک کر دیا اور کہا کہ کبھی ہم اہلِ عراق کے مسلک پر بھی عمل کرتے ہیں۔ اور وہاں رفع الیدین بھی نہیں کرتے تھے کہ مجھے اتنے عظیم امام کے پاس آ کر اس کے مسلک کا احترام نہ کرو؟

حنفی اور شافعی آئمہ کی وسعتِ ظرفی:

''قاضی ابو عصام عامری حنفی ﷫''ایک دن ''امام قفال شافعی ﷫''کی مسجد کے دروازے کے پاس سے گزر رہے تھے، اس وقت مؤذن نمازِ مغرب کے لیے اذان دے رہا تھا۔ قاضی صاحب اپنی سواری سے اُترے اور مسجد میں داخل ہوگئے۔جب ''قفال شافعی ﷫''نے انہیں دیکھا تو(اذان کے بعد اقامت کے وقت)مؤذن سے فرمایا: أَن يثني في الْإِقَامَة. اقامت کے کلمات دو دو بار(حنفی طریقے سے)کہنا(امام شافعی کے مسلک کے مطابق اقامت کے تمام کلمات ایک ایک بار کہے جاتے ہیں سوائے''قد قامت الصلوۃ''،لیکن امام قفال شافعی ﷫ نے قاضی ابو عصام عامری حنفی ﷫ کے مسلک کا احترام کرتے ہوئے ایسا کہا) پھر''قفال شافعی ﷫''نے''قاضی ابو عصام''امامت کروانے کے لئے آگے کر دیا''قاضی ابو عصام عامری حنفی ﷫ نماز پڑھانے کے لئے جب مصلے پر آگے بڑھے، نماز پڑھائی، تو(سورہ فاتحہ سے قبل)بسم اللہ کو بلند آواز سے پڑھا،اور نماز میں شافعیہ کا شعار اختیار کیا(کیونکہ امام شافعی کے مسلک کے مطابق سورہ فاتحہ سے قبل تسمیہ جہراًپڑھی جاتی ہے،''امام قفال ﷫ نے''قاضی ابو عصام عامری حنفی ﷫ کے مسلک کا احترام کیا تو انہوں نے بھی ان کے مسلک کا احترام کیا)۔یہ دونوں حضرات کا عمل فقہی اختلاف میں نرمی اور وسعتِ ظرف کی دلیل تھا۔(القول السديد في بعض مسائل الاجتهاد والتقليد[ابن ملا فروخ]،ص166،168)

ان واقعات سے علمائے سلف کی دین سے محبت اور اخلاص کا پتہ چلتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ وحدتِ امّت کے کس قدر حامی تھے۔

لیکن آج جس دور میں ہم گزر رہے ہیں بغیر کسی قطعی دلیل کے صرف فروعی اختلاف کی بنیاد پر یاذاتی عناد کی بنا پر کفر، شرک، جہنمی، گستاخِ رسول ہونے کا فتویٰ تو آسانی سے لگ جاتا ہے، کیونکہ کوئی گستاخ رسول ﷺ ہے یا نہیں ہے اس کا فیصلہ کرنے کا اختیار عوام کو نہیں دیا جا سکتا کیونکہ اگر عوام کے ہاتھ میں دے دیا جائے تو وہ اس کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے شک کی بنیاد پر بھی لوگوں کو قتل کریں گے جس کی مثالیں موجود ہیں۔ایسے لوگوں کو اس حدیث سے عبرت پکڑنی چاہئے: سیدنا ابو ہریرہ ﷛ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے:''بنو اسرائیل میں دو آدمی آپس میں بھائی بنے ہوئے تھے۔ایک گناہوں میں ملوث تھا جب کہ دوسرا عبادت میں کوشاں رہتا تھا۔عبادت میں راغب جب بھی دوسرے کو گناہ میں دیکھتا تو اسے کہتا کہ گناہوں سے باز آجا۔ آخر ایک دن اس نے دوسرے کو گناہ میں پایا تو اسے کہا کہ باز آجا۔اس نے کہا: مجھے رہنے دے، میرا معاملہ میرے رب کے ساتھ ہے۔کیا تو مجھ پر کوئی چوکیدار بنا کر بھیجا گیا ہے؟ تو اس نے کہا: اللہ کی قسم! اللہ تجھے معاف نہیں کرے گا یا تجھے جنت میں داخل نہیں کرے گا۔ چنانچہ وہ دونوں فوت ہوگئے اور رب العالمین کے ہاں جمع ہوئے، تو اللہ نے عبادت میں کوشش کرنے والے سے فرمایا:''کیا تو میرے متعلق(زیادہ) جاننے والا تھا یا جو میرے ہاتھ میں ہے تجھے اس پر قدرت حاصل تھی؟اور پھر گناہ گار سے فرمایا: جا میری رحمت سے جنت میں داخل ہو جا۔اور دوسرے کے متعلق فرمایا: اسے جہنم میں لے جاؤ۔''سیدنا ابو ہریرہ کہتے ہیں: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَوْبَقَتْ دُنْيَاهُ وَآخِرَتَهُ!''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان

ہے! اس نے ایسی بات کہہ دی جس نے اس کی دنیا اور آخرت تباہ کر کے رکھ دی"۔(یعنی: اللہ کی قسم! اللہ تجھے معاف نہیں کرے گا یا تجھے جنت میں داخل نہیں کرے گا)۔ (ابوداؤد:4901)

وحدت کا زوال..... مخالفتِ امت کا انجام

جب فقہ ہائے مذاہبِ اربعہ مدوّن ہو گئے اور تقلید شخصی کا التزام ہو گیا، تو سوال پیدا ہوا کہ اماموں میں افضل کون ہے؟ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ؟ اس قضیے سے فرقہ وارانہ بحث شروع ہو گئی اور اس بحث نے جنگ و قتال کی شکل اختیار کر لی، چنانچہ ہلا کو خان کو اسلامی ممالک پر حملہ کرنے کی ترغیب خراسانیوں کے اس جھگڑے سے ملی تھی، ایک گروہ نے دوسرے کی ضد میں اُسے حملے کی دعوت دی اور شہر کے پھاٹک وا کر دیے، پھر جب تاتاریوں کی تلوار چلی تو اس نے نہ کسی شافعی کو چھوڑا اور نہ کسی حنفی کو۔

تاریخِ اسلام کے اس سیاہ ورق سے کون آشنا نہیں جب شیعہ سنی مناقشت کی بدولت سقوطِ بغداد کا المناک سانحہ پیش آیا، عباسی خلیفہ معتصم کے دور میں شیعہ سنی اختلافات اس حد تک بڑھ گئے کہ ایک گروہ نے ہلا کو خان کو بغداد پر چڑھائی کی دعوت دی، اس نے مسلمانوں کے باہمی اختلافات سے فائدہ اٹھا کر اہل بغداد پر جو مظالم ڈھائے اور جو سفاکی کی اور غارت گری و خون ریزی روا رکھی اس کی داستان انتہائی المناک ہے۔ بغداد جو تہذیب و تمدن کا گہوارہ اور مہذب دنیا کا عظیم ترین شہر تھا، کھنڈرات کا ڈھیر بن گیا، صدیوں کے محفوظ علمی اور فنی ذخائر یا تو جلا دیے گئے یا دریا بُرد کر دیے گئے۔ تمدنی ترقی کا باب ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا۔ یوں اپنوں کی ذاتی مخالفتوں کے باعث امتِ مسلمہ کو بہت زیادہ نقصان پہنچا۔

اپنی اپنی الگ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانے کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ یہاں ایک جماعت موجود ہے، اس جماعت سے منسلک لوگ باتیں اچھی کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ صرف وہی حق پر ہیں، لیکن جب دوسرے مسلمانوں سے ملتے ہیں تو السلام علیکم نہیں کہتے، اگر السلام علیکم کہہ دیا جائے تو جواب میں وعلیکم کہیں گے جیسے کسی کافر کو کہا جاتا ہے، مسجد میں آتے ہیں لیکن جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے، انہیں اپنے اس طرز عمل پر خود غور کرنا چاہیے کہ آیا وہ اس طرح اسلام کی خدمت کر رہے ہیں؟

یہود و نصاریٰ کی سازشیں:

بد قسمتی سے مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے کے لیے یہود و نصاریٰ نے ہماری صفوں میں اپنے ایجنٹ شامل کر دیے، اسماء الرجال کی کتب پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہود و نصاریٰ کے یہ ایجنٹ لمبی لمبی داڑھیاں رکھ کر ساری عمر درس دیتے رہے، حدیثیں پڑھاتے رہے، عالم اور درویش بنے رہے، لیکن یہ یہود اور نصاریٰ اسلام برباد کرتے رہے اور عمر بھر مسلمانوں میں فساد پھیلاتے رہے، بد قسمتی سے آج بھی ایسے نام نہاد علماء کی کمی نہیں ہے جو یہ دھندہ جاری رکھے ہوئے ہیں اور دھڑا دھڑ کفر کے فتوے لگا رہے ہیں، کوئی ان سے پوچھے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی پرستش کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مانتے ہیں، قرآن کو تسلیم کرتے ہیں،

قبلہ کا احترام کرتے ہیں، تمہارے پاس انہیں اسلام سے خارج کرنے کی کیا دلیل ہے؟ خدارا اب یہ دھندے چھوڑ دو، اُمّتِ مسلمہ کو برباد نہ کرو اور جگ ہنسائی کا سبب نہ بنو۔

خلاصۂ کلام:

آج دنیا بھر کی طاغوتی قوتیں اسلام کے خلاف محاذ آرا ہیں۔ کئی خطوں میں مسلمانوں کا خون بہہ رہا ہے، خونِ مسلم کی ارزانی پر ہر آنکھ اشکبار ہے، ایسی صورت میں مسلمانوں کا اتحاد وقت کی پکار ہے، المیہ یہ ہے کہ مسلمان کفار کی فریب کاریوں کا شکار ہو کر آپس میں برسرِ پیکار ہیں، یوں دانستہ یا نادانستہ طور پر کفار کے عزائم کی تکمیل ہو رہی ہے، تبلیغی مساعی بے ثمر ثابت ہو رہی ہے، ان لحاظ میں اتحادِ امت کے لئے ہمیں دن رات کوشش کرنا ہوگی، فروعی مسائل اور سطحی مفاد کے حصول کے لئے امت کو فرقوں میں تقسیم کرنا کوئی دانش مندی نہیں، امتِ مسلمہ کی اصل قوت اس کے ایمان، اخوت اور اتحاد میں ہے۔ اختلافِ رائے فطری ہے، مگر دلوں کا انتشار اور گروہ بندی دین کی روح کے منافی ہے۔ ائمہ مجتہدین کے اختلاف میں رحمت اور وسعت ہے، دشمنی اور تفرقہ نہیں۔ اتحاد اس وقت پیدا ہوتا ہے جب ہم اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں، اور اپنی ذاتی پسند، قومیت، زبان اور مسلکی تعصب کو قرآنی اخوت پر قربان کر دیں۔ خدارا ہوش میں آئیں، فرقہ بندی کر کے مسلمان امت کو کمزور نہ کریں، جو بھی کلمہ گو ہے اس کا احترام کریں۔ اگر کسی کے عقائد مستند علماء کی تصدیق کے بعد کفریہ ثابت ہو جائیں تو ایسے شخص نے اپنے آپ کو خود ہی امت سے جدا کیا ہے ایسے لوگ سمجھانے کے باوجود بھی راہِ راست پر نہیں آتے تو ان کو چھوڑ کر بقیہ لوگوں کو متحد کیا جائے۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ